© rasailojaraid.com

فقہ و اجتہاد

حافظ صلاح الدین یوسف☆

آدابِ نماز اور خشوع وخضوع کی اہمیت و وجوب

[شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ کی روشنی میں]

اسلامی عبادات میں ایک اہم مسئلہ نماز پڑھنے کے طریقے کا ہے کہ نماز کس طرح پڑھی جائے، اس کے آداب کیا ہیں اور خشوع وخضوع کی اہمیت اور اس کا مطلب کیا ہے؟ نیز خشوع وخضوع کے بغیر پڑھی گئی نماز کی حیثیت کیا ہے؟

اس کا جواب واضح ہے اور وہ یہ کہ نماز سنتِ نبویؐ کے مطابق اَدا کی جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے بھی فرمایا: «صلُّوا کما رأیتموني أُصلي» (صحیح بخاری:۶۳۱)

''تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

نبی ﷺ کے اس فرمان سے مذکورہ سوالوں کا جواب سامنے آجاتا ہے اور وہ یہ کہ

- نماز کے آداب، نماز کو سنتِ نبویؐ کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔
- آپ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔
- خشوع وخضوع کا مطلب، نماز کے ہر رکن کو پورے اطمینان اور سکون سے اَدا کرنا ہے جسے 'تعدیل اَرکان' کہا جاتا ہے یعنی تعدیل اَرکان بھی نہایت ضروری ہے۔
- جو نماز تعدیل اَرکان یعنی خشوع وخضوع کے بغیر پڑھی جائے گی، وہ نبی ﷺ کے طریقے اور اُسوۂ حسنہ کے خلاف ہوگی، لہٰذا وہ نامقبول ہوگی۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی نوید انہی اہل ایمان کے لیے بیان کی ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کا اہتمام کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ مدیر شعبہ تحقیق وتالیف، دار السلام، لاہور

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (المؤمنون:۱،۲)

''مومن یقیناً فلاح پاگئے وہ جو اپنی نماز میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔''

اس کے برعکس سستی سے نماز پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۝اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۝اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُوْنَ﴾ (الماعون:۴تا٦)

''تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

منافقین کی صفات بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى یُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

''جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دل سے نہ چاہتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو بس تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔'' (النساء:۱۴۲)

گویا خشوع وخضوع کے بغیر نماز، جس میں اللہ کا ذکر برائے نام ہو، مسلمان کی نماز نہیں، منافق کی نماز ہے، ایسی نماز عنداللہ کس طرح قبول ہوسکتی ہے؟

خشوع ہی سے نماز کے ثمرات وفوائد حاصل ہوتے ہیں:

علاوہ ازیں نماز کے وہ ثمرات وفوائد، جو قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ میں بیان کئے گئے ہیں، اس وقت ملتے اور مل سکتے ہیں جب نماز کو سنتِ نبویؐ کے مطابق اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نماز کا ایک نہایت اہم فائدہ یہ بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنكبوت:۴۵)

''بے شک نماز بے حیائی (کے کاموں) سے اور منکرات سے روکتی ہے۔''

لیکن اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، لیکن بے حیائی کے کاموں اور منکرات کا ارتکاب بھی کرتے ہیں حالانکہ اللہ کا فرمان جھوٹا نہیں ہوسکتا:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِیْلًا﴾ (النساء:۱۲۲)

''اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔''

اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا اہتمام نہیں ہے، خشوع وخضوع کا فقدان ہے اور إنابت إلى الله کی کمی ہے، گویا ہمارا حال علامہ اقبالؒ کے

© rasailojaraid.com

اس شعر کا مصداق ہے۔

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
(بانگ درا)

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر
(بالِ جبریل)

قرآن وحدیث کے اتباع کا حکم اور اس کی اہمیت

بنا بریں ضروری ہے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھیں اور انہی کے مطابق سارے کام انجام دیں، ورنہ محنت اور عمل کے باوجود ان کے ضائع ہونے کا شدید خدشہ ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جس عمل میں اللہ و رسول کی اطاعت نہیں ہوگی، وہ عمل باطل ہے۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، عمل کرنے والا اس کی بابت چاہے کتنا بھی خوش گمان ہو، محض خوش گمانی سے کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوسکتا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ (الکہف:۱۰۳،۱۰۴)

''کہہ دیجئے! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال میں سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ جس کی کوشش دنیاوی زندگی میں اکارت گئی، جب کہ وہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں۔''

یہ فرمانِ الٰہی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ہے جو اللہ رسول کو مانتے ہی نہیں، یا مانتے تو ہیں، لیکن صرف زبان کی حد تک، اَعمال میں وہ ان کی اطاعت کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ اپنے من مانے طریقے سے عمل کرتے ہیں۔ نتیجے کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق نہیں۔ اس لیے

© rasailojaraid.com

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا:

«ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه»

(موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب النہی عن القول بالقدر)

''میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم اُنہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوگے (اور وہ ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔''

ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو اس طرح واضح فرمایا:

«کل أمتي یدخلون الجنة إلا من أبٰی» قالوا: یارسول الله ومن یأبٰی؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبٰی» (صحیح بخاری: ۷۲۸۰)

''میری ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔''

نماز میں اطمینان اور خشوع خضوع کی اہمیت، اَحادیث کی روشنی میں

نماز اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اگر یہی سنت نبوی کے مطابق نہ ہوئی جس کی بابت روزِ قیامت سب سے پہلے باز پرس ہوگی، تو دوسرے عملوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ جیسے ایک صحابی رسول حضرت حذیفہؓ کا واقعہ آتا ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع سجود اطمینان سے نہیں کر رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے کہا ما صلَّیت ''تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔'' راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں حضرت حذیفہؓ نے اس کو یہ بھی کہا: "لو مُتَّ مت علیٰ غیر سنة محمد" (صحیح بخاری: ۳۸۹)

''اگر تجھے (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) موت آ گئی تو محمد ﷺ کے طریقے پر تجھے موت نہیں آئے گی۔''

بلکہ اسی طرح کا ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا بھی ہے جس میں ہمارے لیے بڑی عبرت ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لیے آیا، نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی، آپ اس کو دیکھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا

© rasailojaraid.com

اور فرمایا: «ارجع فصَلِّ فإنك لم تُصَلِّ»

''واپس جا اور پھر نماز پڑھ، اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ گیا اور جا کر دوبارہ نماز پڑھی، پھر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر پھر فرمایا: «ارجع فصل فإنك لم تصل»

''واپس جا اور پھر نماز پڑھ، یقیناً تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

اس نے جا کر پھر نماز پڑھی اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دے کر پھر وہی فرمایا: «ارجع فصل فإنك لم تصل»

''واپس جا اور پھر نماز پڑھ، بلا شبہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

تین مرتبہ جب اس طرح ہوا تو اس شخص نے کہا:

"والذي بعثك بالحق ما أُحْسِنَ غيره فعلِّمْني"

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ (نبی بنا کر) بھیجا (مجھے تو اس طرح ہی نماز آتی ہے) اس سے بہتر انداز سے میں نماز نہیں پڑھ سکتا، پس آپ مجھے طریقۂ نماز سکھا دیجئے!''

نبی ﷺ نے اس سے فرمایا:

«إذا قُمتَ إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعًا، ثم ارفع حتى تعتدل قائمًا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدًا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسًا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدًا، ثم افعل ذلك في صلاتك كلها» (وفي رواية أُخرىٰ، ثم ارفع حتى تطمئن جالسًا) (صحیح بخاری:۷۹۳، ۶۲۵۱)

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہہ۔ پھر تیرے لیے جو آسان ہو قرآنِ کریم کا کچھ حصہ (سورہ فاتحہ وغیرہ) پڑھ، پھر رکوع کر اور خوب اطمینان سے رکوع کر، پھر رکوع سے سر اُٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ پھر سجدہ کر اور نہایت اطمینان سے سجدہ کر، پھر سجدے سے سر اٹھا اور خوب اطمینان سے بیٹھ جا، پھر دوسرا سجدہ کر اور پورے اطمینان سے سجدہ کر۔ (ایک دوسرے مقام پر اس کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ دوسرے سجدے کے بعد پھر اطمینان سے بیٹھ جا، یعنی جلسۂ استراحت کر اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور پھر اپنی ساری نماز (ہر

© rasailojaraid.com

رکعت میں) اسی طرح کر۔''

نبی کریم ﷺ کے اس موقع پر مذکورہ طریقۂ نماز کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص نماز اطمینان سے نہیں پڑھتا تھا اور بار بار کہنے کے باوجود اس کی نماز اطمینان سے خالی تھی۔ نہ قیام وقراءت میں اطمینان تھا، نہ رکوع اور قومے میں اطمینان تھا، نہ سجدوں میں اور ان کے درمیان وقفے میں اطمینان تھا۔ آپ نے ایسی نماز کو تین مرتبہ کالعدم قرار دیا (تو نے نماز ہی نہیں پڑھی) حالانکہ وہ بار بار نماز پڑھ کر آرہا تھا لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس نماز میں سنتِ رسول کے مطابق اطمینان اور اعتدالِ ارکان نہیں ہوگا، وہ نماز، نماز ہی نہیں، محض اُٹھک بیٹھک ہے یا کوے کی طرح ٹھونگے مارنا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاتجزي صلاة الرجل حتى يقيم ظهره في الركوع والسجود»

''آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی پیٹھ رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہ کرے۔'' (سنن ابی داؤد:۸۵۵)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، ہم اس کا ضروری خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ امام صاحب یہ حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں:

"هذا الحديث نص صريح في وجوب الاعتدال، فإذا وجب الاعتدال لإتمام الركوع والسجود فالطمانينة فيهما أوجب"

''یہ حدیث اس بارے میں نص صریح ہے کہ ارکان میں اعتدال واجب ہے اور جب رکوع اور سجود کے پورا کرنے کے لیے اعتدال واجب ہے تو رکوع اور سجدے کو اطمینان کے ساتھ کرنا زیادہ بڑا واجب ہے۔''

پھر امام صاحب حدیث کے الفاظ کہ وہ ''اپنی پیٹھ رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی کرے'' کا مفہوم واضح کرتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع سے سر اُٹھائے اور اسی طرح جب سجدے سے سر اٹھائے تو اپنی پیٹھ کو بالکل سیدھا کرلے، اس لیے کہ پیٹھ کا سیدھا کرنا، رکوع اور سجدے کو پورا کرنے

© rasailojaraid.com

کا حصہ ہے۔ کیونکہ جب وہ رکوع کرتا ہے تو رکوع نام ہے جھکنے کا، پھر سر اُٹھانے کا اور پھر سیدھے کھڑے ہوجانے کا اور سجدہ نام ہے قیام سے جھکنے کے وقت سے یا قعود سے ایک وقت (تک رہنے کے بعد) لوٹنا اور اعتدال اختیار کرنا۔ پس جھکنا اور اُٹھنا دونوں رکوع اور سجود کے اطراف اور ان کو پورا کرنا ہیں، اسی لیے حدیث کے الفاظ ہیں: ''اپنی پیٹھ کو رکوع اور سجود میں پوری طرح سیدھا کرے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رکوع سے سر اُٹھا کر اطمینان سے کھڑے رہنا اور اسی طرح سجدے سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھنا اسی طرح واجب ہے جس طرح رکوع اور سجدے کو پورا کرنا واجب ہے۔''

امام صاحبؒ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے آگے مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ علی بن شیبانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز صحیح طریقے سے اَدا نہیں کررہا یعنی اپنی پیٹھ، رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہیں کرتا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

«يا معشر المسلمين! لا صلاة لمن لا يقيم صلبه في الركوع والسجود» وفي رواية للإمام أحمد «لا ينظر الله إلى رجل لا يقيم صلبه بين ركوعه وسجوده» (سنن ابن ماجہ:۸۶۱، مسند احمد:۵۲۵/۲)

''اے مسلمانوں کی جماعت! اس شخص کی نماز نہیں جو اپنی پشت رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔'' اور ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع اور سجدے کے درمیان اپنی پشت پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔''

اس سے واضح ہے کہ پشت کو پوری طرح سیدھا کرنا، اسی کا نام 'اعتدال فی الرکوع' ہے۔

مسند احمد کی ایک اور روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أسوأ الناس سرقة الذي يسرق من صلاته، قالوا: يارسول الله! كيف يسرق من صلاته؟ قال: «لا يتم ركوعها ولا سجودها» أو قال: «لا يقيم صلبه في الركوع والسجود» (مسند احمد:۲۳/۴)

''سب سے بدتر چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اپنی نماز سے

© rasailojaraid.com

چوری کس طرح کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز میں رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا، یا فرمایا: رکوع اور سجدوں میں اپنی پشت پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔''

نیز سنن ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن نقرة الغراب وافتراش السَّبُع وأن يوطن الرجل المكان في المسجد كما يوطن البعير" (ابوداؤد:۸۶۲،نسائی:۱۱۱۲، ابن ماجہ:۱۴۱۹)

''رسول ﷺ نے منع فرمایا: کوے کی طرح ٹھونگے مارنے سے، درندوں کی طرح پیر بچھا کر بیٹھنے سے اور یہ کہ آدمی مسجد میں (مستقل طور پر) اسطرح جگہ مقرر کرلے جیسے اونٹ کر لیتا ہے۔''

یہ تینوں چیزیں اگرچہ باہم مختلف ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں کو جمع فرما دیا ہے کیونکہ ان تینوں میں نماز کی حالت میں بَہائم (چوپایوں) کے ساتھ مشابہت میں اشتراک ہے، پس آپ نے کوے کے فعل کی مشابہت سے، درندوں کے مشابہ فعل اور اونٹ کے فعل کی مشابہت سے منع فرما دیا، اگرچہ کوے کا ٹھونگے مارنا باقی دونوں فعلوں سے زیادہ سخت ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بابت اور بھی احادیث ہیں، جیسے صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اعتدلوا في السجود ولا يبسط أحدكم ذراعيه انبساط الكلب»
(صحیح بخاری:۸۲۲،صحیح مسلم:۱۱۱۰)

''سجود میں اعتدال اختیار کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بازو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔''

بالخصوص دوسری حدیث میں اسے صَلاۃ المنافقین (منافقین کی نماز) قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ وہ منافقین کا عمل ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تلك صلاة المنافق يجلس يرقب حتى إذا كانت الشمس بين قرني شيطان قام فنقرها أربعًا، لا يذكر الله فيها إلا قليلًا» (رقم الحدیث:۶۲۲)

''یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ (نمازِ عصر میں) دیر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج (غروب ہونے کے قریب) شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجاتا ہے تو کھڑا ہوجاتا ہے اور چار ٹھونگے مار لیتا ہے، اس میں اللہ کا ذکر برائے نام کرتا ہے۔''

© rasailojaraid.com

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے بتلایا کہ منافق فرض نماز کا وقت ضائع کر دیتا ہے اور اپنا فعل (نماز کا پڑھنا) بھی ضائع کر دیتا ہے اور صرف ٹھونگیں مارتا ہے۔ اس سے یہ رہنمائی حاصل ہوئی کہ یہ دونوں فعل مذموم ہیں (نماز کا اصل وقت ضائع کرنا اور پھر نماز کو کوّے کی طرح ٹھونگے مار کر پڑھنا) حالانکہ یہ دونوں چیزیں (وقت پر نماز پڑھنا اور اعتدال کے ساتھ پڑھنا) واجب ہیں، یہ منافق دونوں واجبات کا تارک ہے۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز کو ٹھونگے مار کر پڑھنا ناجائز ہے اور یہ اس شخص کا فعل ہے جس میں نفاق ہے اور نفاق سب کا سب حرام ہے۔ یہ حدیث بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے اور ماقبل کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالٰى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (النساء:۱۴۲)

''منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اُنہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دل سے نہ چاہتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو بس تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔''

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو اپنی نمازوں میں ٹھونگے مارتے ہیں اور اِعتدال واطمینان سے پوری طرح نہ رکوع کرتے ہیں اور نہ سجدہ کرتے ہیں۔

اور نبی ﷺ نے جو (منافق) کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ بہترین مثال ہے، اس لیے کہ نماز دلوں کی خوراک ہے جس طرح کہ غذا جسم کی خوراک ہے، پس جب جسم تھوڑے سے کھانے سے (پورح طرح) غذا حاصل نہیں کر پاتا (اس لیے اس میں قوت وتوانائی نہیں آتی) تو دل بھی ٹھونگے مار نماز سے خوراک حاصل نہیں کر پاتا، اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے کامل اَنداز سے نماز پڑھی جائے جس سے دلوں کو پوری خوراک حاصل ہو۔

حدیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں موجود ہے۔ حضرت ابوعبداللہ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی، پھر ان کے ایک گروہ میں بیٹھ گئے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، رکوع کرتا اور سجدے میں

© rasailojaraid.com

ٹھونگے مارتا، رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے، آپ نے فرمایا:

''اس کو دیکھتے ہو؟ اگر اس کو (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) موت آ گئی تو محمد (ﷺ) کی ملت کے علاوہ کسی اور ملت پر اس کو موت آئے گی۔ یہ اپنی نماز میں اس طرح ٹھونگے مارتا ہے جیسے کوا خون (یا مٹی) میں ٹھونگے مارتا ہے۔ یادرکھو اس شخص کی مثال جو نماز پڑھتا ہے اور رکوع پوری طرح نہیں کرتا اور اپنے سجدے میں ٹھونگے مارتا ہے، اس بھوکے کی طرح ہے جو ایک یا دو کھجوریں کھاتا ہے جو اس کی بھوک کے لیے یکسر نا کافی ہوتی ہیں۔ اسلئے (سب سے پہلے) کامل طریقے سے وضو کرو۔ ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے اور آگ کی وعید ہے جن کی ایڑیاں خشک رہیں اور رکوع اور سجود پوری طرح کرو۔'' (صحیح ابن خزیمہ: ۱/۳۵۵، رقم ۶۶۵)

صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت حذیفہؓ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے جس میں اُنہوں نے بھی بغیر اعتدالِ اَرکان نماز پڑھنے والے کی موت کی بابت اس قسم کا اندیشہ ظاہر فرمایا تھا جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''تیری موت اس فطرت پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔''

سنت سے مراد ایک تو وہ فعل ہوتا ہے جو فرض نہیں ہوتا، لیکن یہاں سنت سے مراد دین وشریعت ہے، اس لیے غیر الفطرۃ اور غیر السنۃ دونوں سے یہاں مراد ایک ہی ہے یعنی دین اور شریعت۔ مستحبات مراد نہیں ہے اس لیے کہ مستحبات کے ترک پر اتنی مذمت اور وعید نہیں ہوتی، بنا بریں جب یہ کہا جائے کہ تیری موت سنت پر یا فطرت پر نہیں آئے گی تو اس کا مطلب ہے کہ دین اسلام اور شریعتِ محمدیہ پر نہیں آئے گی۔

(ملخص از فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: ۲۲/۵۲۶ تا ۵۴۷)

عدمِ اطمینان کی صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے!

امام ابن تیمیہؒ سے سوال کیا گیا، اگر کوئی شخص اطمینان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو اس کی نماز کیسی ہوگی؟ امام صاحب نے فرمایا:

''نماز کو اطمینان کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اور اطمینان سے نہ پڑھنے والا نماز کو بگاڑنے والا ہے، وہ مسیئ الصلاۃ ہے، مُحسن الصلاۃ نہیں، بلکہ وہ گناہگار اور واجب کا تارک ہے۔ جمہور ائمۂ اِسلام، امام مالک، شافعی، احمد، اسحٰق، ابو یوسف، محمد (اصحابِ ابی حنیفہ)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اور خود امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔

ان کے علاوہ دیگر ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسے شخص کے لیے نماز کا لوٹانا واجب ہے اور اس کی دلیل وہ اَحادیث ہیں جو صحیحین (بخاری ومسلم) اور دیگر کتبِ حدیث میں ہیں (اس کے بعد امام صاحب نے حدیث مسیئ الصلاۃ سمیت وہ اَحادیث بیان فرمائی ہیں جو گزشتہ صفحات میں بیان ہوئی ہیں۔ (دیکھئے مجموع الفتاوٰی:۲۲/۶۰۱ تا ۶۰۳)

وجوبِ اطمینان، قرآنِ کریم کی روشنی میں

گزشتہ صفحات میں اَحادیث کی رُو سے نماز میں اطمینان اور اعتدالِ اَرکان کا وجوب ثابت کیا گیا ہے، اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے دسیوں آیاتِ قرآنیہ سے نماز میں وجوبِ اطمینان کا اِثبات کیا ہے جو ان کے غزارتِ علم، وفورِ دلائل اورقوتِ استنباط واستخراج کی دلیل ہیں۔ یہ صفحات ان کی مکمل بحث کو نقل کرنے کے متحمل نہیں، تاہم ہم ایک دو مقامات کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ زیر بحث کے کچھ قرآنی دلائل بھی سامنے آجائیں۔

① امام صاحبؒ قرآنِ کریم کی آیت:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرہ:۴۵)

''نماز اور صبر سے مدد طلب کرو اور یہ نماز بڑی بھاری ہے، البتہ خشوع کرنے والوں پر بھاری نہیں ہے۔''

بیان کرکے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کا اقتضا یہ ہے کہ جو نماز میں خشوع کرنے والے نہیں ہیں، وہ قابل مذمت ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے حکم کے وقت فرمایا تھا: ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ (البقرۃ:۱۴۳)

''یہ حکم یقیناً بڑا بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ نے ہدایت سے نواز دیا ہے۔''

یا جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

''مشرکین پر وہ بات بہت بھاری (گراں) ہے جس کی طرف (اے پیغمبر!) آپ انکو بلاتے ہیں۔''

پس اللہ عزوجل کی کتاب ایسے افراد کی نشاندہی کر رہی ہے جن پر وہ بات گراں گزرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور جس کی وجہ سے ایسے لوگ دین میں قابل مذمت اور ناراضی

© rasailojaraid.com

کے مستحق ہیں اور مذمت اور ناراضی کی وجہ کسی واجب کا ترک یا کسی حرام کا ارتکاب ہی ہوتا ہے اور جب غیر خاشعین مذموم (قابل مذمت) ہیں تو یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں خشوع واجب ہے۔

④ امام صاحب مزید آیاتِ قرآنیہ سے خشوع کا وجوب ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''جب نماز میں خشوع واجب ہے اور جس کا مطلب عاجزی اور سکون سے نماز پڑھنا ہے تو جو شخص کوے کی طرح ٹھونگے مارتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو اس نے سجدے میں خشوع نہیں کیا، اسی طرح جو شخص رکوع سے سر اٹھا کر سجدے کے لیے جھکنے سے پہلے اطمینان سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا (اُس نے استقرار نہیں کیا) تو اس نے سکون نہیں کیا جو اطمینان ہی کا نام ہے۔ پس جس نے اطمینان نہیں کیا، اُس نے سکون نہیں کیا اور جس نے سکون نہیں کیا تو اس نے نہ اپنے رکوع میں خشوع کیا اور نہ اپنے سجدے میں اور جس نے خشوع نہیں کیا، وہ گناہگار اور نافرمان ہوا (نہ کہ فرماں بردار اور اطاعت شعار)''

اس کے بعد امام صاحب نے نماز میں وجوبِ خشوع پر دلالت کرنے والی اَحادیث بیان کی ہیں، مثلاً: جو لوگ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں، ان کی بابت آپ نے سخت وعید بیان فرمائی:

«لينتهن عن ذلك أو لتُخطَفن أبصارهم» (صحیح بخاری:۷۵۰) وفي رواية «أو لا ترجع إليهم أبصارهم» (سنن ابوداؤد:۹۱۲)

''وہ (آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانے سے) باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی۔'' ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''یا ان کی طرف ان کی نگاہیں واپس نہیں آئیں گی۔''

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (المومنون:۱،۲) ''وہ مؤمن فلاح پاگئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔'' آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد نبی ﷺ کی نگاہ سجدے والی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔ (رواہ الامام احمد فی کتاب الناسخ والمنسوخ)

جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی خشوع کے منافی ہوا تو نبی ﷺ نے اس کو حرام کردیا اور اس پر سخت وعید بیان فرمائی۔

© rasailojaraid.com

④ امام ابن تیمیہؒ کا ایک اور قرآنی استدلال ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت میں رکوع اور سجدے کو واجب قرار دیا ہے اور یہ اجماعاً بھی واجب ہیں، اللہ کا فرمان ہے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ وغیرھا من الآیات ''اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔'' اور اس قسم کی دیگر آیات نقل فرما کر لکھتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرنے کو اپنی کتاب میں فرض کیا ہے جیسے اس نے نماز کو فرض کیا ہے اور نبی ﷺ کتابِ مبین میں نازل کردہ اَحکام کے مبین ومفسر ہیں اور آپ کی سنتیں کتاب اللہ کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں اور آپ کا عمل کسی حکم الٰہی کی تعمیل یا اس کے کسی مجمل حکم کی تفسیر ہی پر مبنی ہوتا ہے تو آپ ﷺ کا حکم بھی اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی تفسیر ہی ہوا۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے نبی ﷺ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرتے تھے تو یہ دونوں ہی چیزیں واجب ہوئیں، اور یہ اللہ کے اس حکم کی تعمیل ہے جو اللہ نے رکوع اور سجدہ کرنے کی صورت میں دیا اور اُس اجمال کی تفسیر ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اسی طرح سجدے کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے بھی آپ کی سنت ہی مرجع ہے اور نبی ﷺ فرض اور نفل دونوں ہی نمازیں ادا فرماتے تھے اور لوگ بھی آپ کے زمانے میں نمازیں پڑھتے تھے اور آپ نے رکوع اور سجدے میں اعتدال کے بغیر اور نماز کے دیگر افعال میں اطمینان کے بغیر نماز نہیں پڑھی، چاہے فرض نماز ہوتی یا نفل نماز اور لوگ بھی آپ کے عہد میں نماز پڑھتے تھے اور وہ بھی رکوع وسجود میں اعتدال اور دیگر افعالِ نماز میں اطمینان کے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ طرزِ عمل اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز کے تمام افعال میں سکون اور اطمینان واجب ہے جس طرح ان کا عدد واجب ہے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔''

نیز آپ ﷺ کا اس طرزِ عمل پر مداومت (ہمیشگی) کرنا، یعنی ہر روز ہر نماز میں اعتدال وسکون کا خیال رکھنا، اس کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ اگر اطمینان واجب نہ ہوتا تو آپ کبھی تو اعتدال واطمینان کے بغیر نماز پڑھ لیتے، چاہے زندگی میں ایک مرتبہ ہی سہی، تاکہ اس کا جواز واضح ہوجاتا، یا اس کے ترک کا جواز ہی واضح کرنے کے لیے آپ کوئی اشارہ فرما دیتے۔ پس جب آپ نے اطمینان کے ترک کا جواز نہ اپنے سے عمل سے واضح کیا اور نہ اپنے فرمان سے، باوجود یہ کہ آپ نے نماز پر مداومت فرمائی ہے تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ نماز کو

© rasailojaraid.com

اطمینان کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے حضرت مالک بن حویرثؓ اور ان کے ساتھی کو فرمایا تھا:

«إذا حضرت الصلاة فاذنا وأقيما وليؤمكما أكبركما وصلّوا كما رأيتموني أصلي» (صحیح بخاری:۶۵۸)

''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان دو اور تکبیر کہو اور تم دونوں میں سے جو بڑا ہو، وہ امامت کرائے اور تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

پس آپ نے ان کو یہی حکم دیا کہ وہ نماز اس طرح پڑھیں جیسے اُنہوں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اَئمہ مساجد کی ذمہ داری

یہ امر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امام لوگوں کو نماز اس طرح پڑھائے جس طرح رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور اس کے کوئی اور بات معارض ہے، نہ مخصص اس لیے کہ امام کی ذمہ داری مقتدی اور منفرد سے زیادہ ہے۔

صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر نماز پڑھائی (سوائے سجدے کے، وہ آپ منبر سے اُتر کر کرتے) نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا:

''میں نے یہ (منبر پر چڑھ کر نماز پڑھانا) اس لیے کیا ہے کہ «لتأتموا بي ولتعلموا صلاتي» ''تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میرا طریقۂ نماز جان لو۔''(بخاری:۹۱۷، مسلم:۵۴۴)

اور ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہمیں اطمینان و سکون اور اعتدالِ اَرکان کے ساتھ چار رکعتیں پڑھائیں اور پھر فرمایا:

''هٰكذا رأينا رسول الله ﷺ يصلي'' (سنن ابوداؤد:۸۶۳، سنن نسائی:۱۰۳۷)

''ہم نے اس طرح ہی رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اور اس طریقۂ نماز پر صحابہ کا اجماع ہے، اس لیے کہ وہ سب نہایت اطمینان سے نماز پڑھتے تھے اور جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو اطمینان سے نماز نہیں پڑھتا تو وہ اس پر نکیر کرتے اور اس کو اس سے منع فرماتے اور کوئی صحابی اس منع کرنے والے صحابی کو اس سے نہ

© rasailojaraid.com

روکتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قولاً اور فعلاً صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں سکون اور اطمینان واجب ہے۔ اگر یہ سکون واجب نہ ہوتا تو صحابہ کبھی تو اس سکون و اطمینان کو ترک کردیتے جیسے وہ غیر واجب چیزوں کو (بعض دفعہ) چھوڑ دیتے تھے۔

☜ علاوہ ازیں لغتِ عرب میں رکوع اور سجود کا معنی و مفہوم اس وقت ہی متحقق ہوتا ہے جب رکوع کے لیے جھکتے وقت اور چہرے کو زمین پر رکھتے وقت سکون و اطمینان کا اہتمام کیا جائے ورنہ محض جھک جانا اور سر کو زمین پر رکھ کر اُٹھا لینا، اس کا نام نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ۔ اور جو اس کو رکوع اور سجدہ قرار دیتا ہے، وہ لغتِ عرب کے خلاف بات کرتا ہے۔ اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ لغتِ عرب سے اس کی دلیل پیش کرے، لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے نہ اپنے موقف کے اثبات کے لیے اس کے پاس کوئی راستہ ہے۔ پس اس موقف کا قائل بغیر علم کے اللہ کی کتاب پر بھی حرف زنی کرتا ہے اور لغت عرب پر بھی۔ اور جب اس امر ہی میں شک پڑ جائے کہ واقعی یہ سجدہ کرنے والا ہے یا سجدہ کرنے والا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص بالاتفاق حکم سجدہ کی تعمیل کرنے والا نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ سجدہ واجب ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ سجدہ کرنے والے نے اس وجوب پر عمل کرلیا ہے۔ جیسے کسی شخص کو یہ تو یقین ہو کہ نماز یا زکاۃ اس پر واجب ہے، لیکن اس کو یہ شک ہو کہ اس نے نماز پڑھ لی یا زکاۃ ادا کردی۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے نماز کی حفاظت اور اس پر مداومت (ہمیشگی) کو واجب کیا ہے اور نماز کے ضائع کرنے اور اس سے تساہل برتنے کی مذمت کی ہے۔ جیسے سورۂ مومنون اور سورۂ معارج وغیرہما کی آیات میں ان کا بیان ہے۔ (امام صاحب نے یہاں یہ آیات نقل فرمائی ہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ) یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص نماز کے واجبات میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوڑتا ہے تو وہ قابل مذمت ہے (نہ کہ قابل مدح) چاہے ظاہری طور پر وہ نماز پڑھنے والا ہی ہو، جیسے کوئی شخص وقتِ واجب کو چھوڑ دے یا نماز کے ظاہری و باطنی اعمال میں سے ان کی شرائط و اَرکان کی تکمیل کو ترک کردے۔

(ملخصاً از مجموع الفتاویٰ: ۲۲/ ۵۴۷-۵۷۲)

© rasailojaraid.com

اِمام کے لیے تخفیف کے حکم کا مطلب

ایک نہایت اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«إذا صلى أحدكم للناس فليخفّف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطوّل ماشاء» (صحیح بخاری: ۷۰۳)

''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے،اس لیے کہ نمازیوں میں ضعیف، بیمار، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب خود (تنہا) نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔''

یہ مسئلہ بھی اکثر و بیشتر خلجان کا باعث بھی بنتا ہے اور تخفیف کے نام پر نماز کا حلیہ بھی بگاڑ دیا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنے بے مثال فہم وتفقہ سے نہایت عمدہ پیرائے میں اس مسئلے کو بھی حل فرمایا ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

''تخفیف ایک اضافی اور نسبی امر ہے، اس کی کوئی حد نہ لغت میں ہے اور نہ عرف میں۔ اس لیے کہ ایک چیز کچھ لوگوں کو لمبی لگتی ہے جب کہ کچھ دوسرے اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ کسی چیز کو بعض ہلکا سمجھتے ہیں جب کہ دوسروں کے نزدیک وہ لمبی ہوتی ہے۔ پس یہ ایسا معاملہ ہے کہ لوگوں کی عادات اور عبادات کی مقادیر کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مختلف ہوتا ہے۔

اس لیے مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ تخفیف اور طوالت کا فیصلہ بھی وہ سنتِ نبوی ہی کی روشنی میں کرے اور سنت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا تخفیف کا حکم، آپ کے تطویل کے حکم کے منافی نہیں ہے، یعنی ان دونوں حکموں میں منافات یا تضاد نہیں ہے، دونوں کا اپنا اپنا محل ہے۔ اُس محل اور پس منظر ہی میں دونوں حکموں کو رکھ کر دیکھنا چاہئے۔ جیسے حضرت عمارؓ سے مروی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنّة من فقهه، فأطيلوا الصلاة واقصروا الخطبة» (صحیح مسلم: ۸۶۹)

''آدمی کا لمبی نماز پڑھانا اور خطبہ مختصر دینا، اس کے سمجھ دار ہونے کی علامت ہے، پس تم نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو۔''

اس حدیث میں نماز کو لمبا کرنے کا جب کہ اس سے ماقبل کی حدیث میں تخفیف (ہلکی کرنے) کا حکم تھا، ان میں منافات (ایک دوسرے سے تضاد) نہیں ہے۔ اس لیے کہ طوالت

© rasailojaraid.com

کا حکم خطبے کے مقابلے میں ہے اور ماقبل کی حدیث میں تخفیف کا حکم ان بعض ائمہ کے طرزِ عمل کے مقابلے میں ہے جس کا اظہار نبی ﷺ کے زمانے میں اُن سے ہوا کہ انہوں نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی۔ اس لیے آپ نے ان سے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو جتنی لمبی چاہے نماز پڑھے۔''

اور حضرت معاذؓ کو، جنہوں نے عشا کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی تھی، فرمایا تھا کہ ''کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو، تم سورۃ اللیل، سورۃ الشّمس وغیرہ پڑھا کرو۔''

☜ لوگوں نے طوالت کی مقدار کو بھی نہیں پہچانا اور نہ اس طوالت کو سمجھا جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا اور اپنی طرف سے ایک متعین مقدار کو مستحب قرار دے لیا، جیسے رکوع، سجود میں کم از کم تین مرتبہ تسبیحات پڑھنا۔ حالانکہ امام کے لیے تین مرتبہ تسبیحات پر اکتفا کرنے کو سنت قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ رکوع کے بعد اعتدال کو لمبا نہ کرنا سنت ہے یا نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا سنت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس ان کاموں کو سنت قرار دینے کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اپنی غالب (اکثر) نمازوں میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیحات (سبحان ربي العظيم، سبحان ربي الأعلى) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، جن کو پانچویں خلیفہ راشد قرار دیا جاتا ہے، یہ خلیفہ بننے سے پہلے جب مدینے کے گورنر بنے (ولید بن عبدالملک کی خلافت میں) تو حضرت انسؓ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو اُنہوں نے فرمایا:

ما صليت وراء أحد بعد رسول الله ﷺ أشبه صلاة برسول الله من هذا الفتى يعنى عمر بن عبد العزيز قال: فحزرنا في ركوعه عشر تسبيحات وفي سجوده عشر تسبيحات (سنن ابوداؤد:۸۸۸، نسائی:۱۱۳۵)

''نبی ﷺ کے بعد کسی کے پیچھے اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) جیسی نماز نہیں پڑھی جو اس سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو۔ اُنہوں نے کہا: ہم نے اندازہ لگایا کہ انہوں نے رکوع میں بھی دس تسبیحات پڑھیں اور سجدے میں بھی دس تسبیحات پڑھیں۔''

(ملخص از فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۲۲/۵۹۴ تا ۵۹۷، طبع قدیم)

© rasailojaraid.com

امام صاحبؒ کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز ہر صورت میں اِعتدال و اطمینان کے ساتھ پڑھنی بھی ہے اور پڑھانی بھی ہے۔ البتہ اکیلے پڑھتے وقت اِعتدال کی کوئی حد نہیں۔

نبی ﷺ کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، یہ سارے ارکان عام طور پر تقریباً برابر ہوتے تھے جیسا کہ اَحادیث میں اس کی وضاحت ہے اور جب کوئی امام ہو تو اس وقت مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز پڑھانی ہے، کیونکہ ان میں ضعیف، بیمار، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں، خود نبی ﷺ معمول کے مطابق نماز پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھانے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن جب آپ کو بچے کے رونے کی آواز آجاتی تو آپ نماز میں تخفیف فرما دیتے تھے۔ لیکن تخفیف کا مطلب وہ نہیں جو آج کل سمجھ لیا گیا ہے کہ پوری نماز 'تو چل میں آیا' کے انداز میں پڑھا دی جائے، بلکہ تخفیف کا مطلب قراءت میں اختصار ہے (جیسا کہ حضرت معاذؓ کے واقعے سے واضح ہے) اور رکوع، سجود، قومہ، قعود بین السجدتین، وغیرہ سارے اَرکان اطمینان کے ساتھ اَدا کرنے ہیں، جیسے عمرؒ بن عبدالعزیز اس دور کے طریقے کے مطابق بحیثیتِ گورنر، امامت فرماتے تو رکوع و سجود میں تقریباً دس دس تسبیحات پڑھتے، گویا امام کے لیے بھی ضروری ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھنے کی تاکید کے باوجود نماز میں اعتدال و اطمینان کا خیال رکھے اور تخفیف کے نام پر اعتدالِ ارکان کی اہمیت کو نظر انداز نہ کرے۔

اور نبی ﷺ کا جو یہ فرمان ہے کہ ''نماز کو لمبا کرنا اور خطبے میں اختصار کرنا سمجھداری کی علامت ہے۔'' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز خطبے سے لمبی اور خطبہ نماز سے مختصر ہو۔ ان کا بھی آپس میں تقابل نہیں ہے بلکہ یہ دو الگ الگ حکم ہیں اور ان کے الگ الگ تقاضے ہیں۔ نماز جب بھی پڑھی یا پڑھائی جائے، لمبی یعنی اعتدال وسکون کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جائے اور خطبہ اور وعظ جب بھی ارشاد فرمایا جائے، اس میں طوالت کے بجائے اختصار اور جامعیت سے کام لیا جائے۔

جو شخص ان دونوں چیزوں میں ان پہلوؤں کو ملحوظ رکھے گا، وہ یقیناً فہم و تفقہ سے بہرہ ور ہے، رزقنا الله منه؛ بصورتِ دیگر وہ اس خوبی سے محروم ہے۔ أعاذنا الله منه آمین!